جزاء الاعمال

طاعات وعبادات کے فوائد، معاصی وگناہوں کے دنیوی
نقصانات اور اُخروی وبال نیز اعمال کی صورتِ مثالیہ
کی تحقیق مولانا رومؒ کے اقوال سے

تالیف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ
۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

جزاُالاعمال

حضرت حکیم الامّت مجدّدِ ملّت مولاناشاہ اشرف علی تھانوی رحمتہ للہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَجلَّبُ النِّعَمَ بِطَاعَتِہٖ وَالنِّقَمَ بِعِصْیَانِہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْعِزَّلِمَنْ وَالَاہُ وَالذُّلَّ وَالْھَوَانَ عَلٰی مَنْ عَادَاہُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِی الْمُنْشَطِ وَالْمُکْرَہِ وَالْیُسْرِ وَالْعُسْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَوَفَّقَنَا لِاتِّبَاعِ بِھِمْ۔

اما بعد یہ ناچیز ناکارہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس وقت میں جو حالت ہم لوگوں کی ہے کہ طاعت میں کاہلی وغفلت اور معاصی میں انہماک وجرأت وہ ظاہر ہے، جہاں تک غور کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اعمال حسنہ وسیئہ کی پاداش صرف آخرت میں سمجھتے ہیں، اسکی ہرگز خبر تک نہیں کہ دنیا میں بھی اس کا کچھ نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور غلبہ صفات نفس کے سبب دنیا کی جزاوسزا پر چونکہ وہ سردست واقع ہوجاتی ہے زیادہ نظر ہوتی ہے، پھر عالمِ آخرت میں بھی جزاوسزا کے وقوع کو گو عقیدۃً ان اعمال کا ثمر جانتے ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ جو علاقہٗ قوی مؤثر واثر میں اور سبب مسبب میں سمجھنا چاہیے اور اسباب ومسببات دنیویہ میں سمجھتے ہیں وہ علاقہ اس قوت کے ساتھ اعمال اور ان کے ثمرات آخرت میں ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ قریب قریب اس طرح کا خیال ہے کہ گویا اس عالم کے واقعات کا ایک مستقل سلسلہ ہے جس کو چاہیں گے پکڑ کر سزا دیں گے جس کو چاہیں گے خوش ہوکر نعمتوں سے مالامال کردیں گے اعمال کو گویا اس میں کوئی دخل[1] ہی نہیں

[1] کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اعمال کا دخل نہ ہونا تو صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جاویگا انتہیٰ۔ دفعیہ اس شبہ کا یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عمل کو بالکل دخل ہی نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ عمل پر مغرور ہوکر نہ بیٹھ جاوے، جزواخیر علّت تامہ کا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وبس، گویا یہ فضل بھی اعمال نیک سے نصیب ہوتا ہے سو عمل ہی علت تامہ کا ایک جزو ٹھیرا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہُ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ہے حالانکہ یہ خیال بیشمار آیات واحادیثِ صیحہ کے خلاف ہے، چنانچہ عنقریب تفصیلاً معلوم ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ، اس لیے اس مرض کے دفع کرنے کے لیے دوامر ضروری
خیال میں آئے اوّل کتاب وسنت وملفوظات محققین سے یہ دکھلایا جائے کہ جیسے آخرت میں اعمال پر جزا وسزا واقع ہوگی ایسے دنیامیں بھی بعض آثار ان کے واقع ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ ثابت کردیا جائے کہ اعمال میں اور ثمراتِ آخرت میں ایسا قوی علاقہ ہے جیسا آگ جلانے میں اور کھانا پکانے میں یا کھانا کھانے میں اور شکم سیر ہوجانے میں یا پانی چھڑکنے میں اور آگ کے بجھ جانے میں ان دونوں امروں کے ثبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید قوی ہے کہ سردست جزا اور سزا ہوجانے کے یقین سے اور اسی طرح کارخانہٗ دنیا پر کارخانہٗ آخرت کے مرتب ہونے کے غلبہ اعتقاد سے طاعات میں رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہونا سہل ہے آئندہ توفیق وامداد حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جانب سے ہے، اسی غرض کی تکمیل کے واسطے یہ رسالہ مختصر سلیس اردو میں جمع کیا جاتا ہے جزاء الاعمال اس کا نام رکھا جاتا ہے، مضامین مذکورہ کے لحاظ سے رسالہ ہذا ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمہ پر وضع کیا گیا۔

مقدمہ: اس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال کو جزا اور سزا میں دخل ہے۔

باب اول: اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نقصان ہے۔

باب دوسرا: اس بیان میں کہ طاعت وعبادت کرنے سے دنیا کا کیا کیا نفع ہے۔

باب تیسرا: اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیا قوی تعلق ہے۔

باب چوتھا: اس بیان میں کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل وتاثیر ہے۔

خاتمہ: بعض مخصوص اعمال حسنہ یا سیئہ کے بیان میں جس کے کرنے یا نہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور بعض شبہات کے جواب میں جو اکثر عوام کے لیے باعثِ بے باکی ہوگئے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل فرمائے اور اس کو ذریعہ ہدایت ورشد کا بنادے اور جو خطا ظاہری یا باطنی مجھ سے سرزد ہوجاوے اور کو معاف فرمائے۔ اٰمِیْنَ وَالْاٰنَ نَشْرَعُ وَنَسْتَعِیْنُ۔

محمد اشرف علی

مُقدّمہ

"اس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال سبب ہیں جزاو سزا کے۔"

قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے یہ امر مذکور ہوا ہے کہ ہیں تو عمل کو شرط اور ثمرہ کو جزا قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے فَلَمَّا عَتَوْا عَمَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ۔ یعنی جب ان لوگوں نے سرکشی اختیار کی اس چیز سے کہ بیشک وہ اس سے منع کیے گئے تھے، سو ہم نے ان کو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سرکشی کے سبب سے یہ سزا ملی۔ اور ارشاد ہے فَلَمَّا اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ یعنی جب انھوں نے ہم کو ناخوش کیا ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناخوش کرنا سبب ہوا انتقام کا، اور ارشاد ہے اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ یعنی اگر تم اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمھارے لیے فیصلہ کردیں اور دور کردیں تم سے تمھاری برائیاں۔ اور ارشاد ہے لَوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاءً غَدَقًا۔ یعنی اگر وہ لوگ مستقیم رہتے راہ پر، البتہ پینے کو دیتے ہم ان کو پانی بکثرت، اور ارشاد ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ۔ یعنی اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمھارے بھائی ہیں دین میں، اور کہیں باء سببیہ لائے، چنانچہ ارشاد ہے کہ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ یعنی یہ سزا بسبب ان اعمال کے ہے جو کہ تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ارشاد ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی یہ جزا بہ سبب اس کام کے ہے جسکو تم کرتے تھے، اور ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ یعنی یہ بسبب اس کے ہے کہ انھوں نے انکار کردیا ہماری نشانیوں کا، اور کہیں فاء سببیہ لائے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ۔ یعنی انھوں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کے رسول ﷺ کی پس پکڑ کیا ان کو، اور ارشاد ہے فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ۔ یعنی ان لوگوں نے موسیٰ وہارون علیہما السلام کی تکذیب کی پس ہوئے ہلاک کیے ہوؤں سے، کہیں کلمہ لَوْلَا وارد

ہے چنانچہ ارشاد ہے فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی اگر یونس علیہ السلام تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے تو ٹھیرے رہتے مچھلی کے پیٹ میں قیامت کے دن تک صاف معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کی بدولت اس قید سے رہائی ہوئی، کہیں لفظ لَوْ آیا ہے چنانچہ ارشاد وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ یعنی اگر وہ لوگ کرتے اس کام کو جسکو وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ تمام آیتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ اعمال اور جزا میں ضرور علاقہ ہے۔

محمد اشرف علی

باب اوّل

”اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نُقصان ہے؟“

یوں تو یہ مضرتیں اس کثرت سے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا، مگر اس مقام پر اولاً کچھ آیات واحادیث سے اجمالاً بعض آثار بتلاتے ہیں، اس کے بعد کسی قدر تفصیل وترتیب سے لکھیں گے۔ قرآن مجید میں جو نافرمانوں کے جابجا قصے اور اس کے ساتھ ان کی سزائیں مذکور ہیں، کس کو معلوم نہیں، وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا۔ یہی نافرمانی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا۔ صورت بگاڑدگی گئی، باطن تباہ ہوگیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی، قُرب کے عوض بعد حصہ میں آیا، تسبیح وتقدیس کی جگہ کفروشرک، جھوٹ فحش انعام ملا۔ وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام اہلِ زمین کو طوفان میں غرق کردیا۔ وہ کون چیز ہے کہ جس سے ہوائے تند کو قوم عاد پر مسلط کیا گیا، یہاں تک کہ زمین پر ٹپک ٹپک کے مارے گئے، وہ کون چیز ہے جس سے قوم ثمود پر چیخ آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور بتامہم ہلاک ہوگئے، وہ کون چیز ہے جس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جاکر الٹی گرائیں گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، وہ کون چیز ہے جس سے شعیب علیہ السلام پر بشکل سائبان ابر کے عذاب آیا اور اس سے آگ برسی، وہ کون چیز ہے جس سے قوم فرعون بحر قلزم میں غرق کی گئی، وہ کون چیز ہے جس سے قارون زمین میں دھنسایا گیا اور پیچھے سے گھر اور اسباب اس کے ہمراہ ہوا، وہ کون چیز ہے جس نے ایک بار بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلط کیا کہ جو سخت لڑائی والی تھی اور وہ ان کے گھروں کے اندر گھس گئے اور ان کو زیروزبر کرڈالا۔ اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے ان کا پھر بنابنایا کارخانہ تباہ وبرباد ہوا، اور وہ کون چیز ہے جس نے انھیں (بنی اسرائیل کو) طرح طرح کی مصیبت وبلا میں گرفتار کیا، کبھی قتل ہوئے، کبھی قید، کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے، کبھی وہ جلاوطن کیے گئے۔ وہ چیز جس کے یہ آثار ظاہر ہوئے اگر نافرمانی نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟ ان قصوں کو جابجا ذکر فرمایا گیا اور نہایت مختصر الفاظ میں اسکی وجہ ارشاد ہوئی وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِيَظْلِمَھُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَہُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ

تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، دیکھیے ان لوگوں نے اسی گناہ کی بدولت دنیا میں کیا خرابیاں بھگتیں، امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا، جبیرؓ بن نضیر نے ابودرداء کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابودرداء! ایسے مبارک دن میں رونا کیسا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت دی، انہوں نے جواب دیا کہ اے جبیرؓ! افسوس ہے تم نہیں سمجھتے جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کردیتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی ذلیل وبے قدر ہوجاتی ہے دیکھو کہاں تو یہ قوم برسرحکومت تھی، خدا کا حکم چھوڑنا تھا اور ذلیل وخوار ہونا۔ جس کو تم اس وقت ملاحظہ کررہے ہو وہ سند میں ہے، ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے اَنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمَہ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُہ، یعنی بیشک آدمی محروم ہوجاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے، ابنِ ماجہ میں عبد اللہ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کریگی، قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گے، اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جاویگا بارانِ رحمت ان سے، اگر بہائم نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرماوے گا اللہ تعالی ان کے دشمن کو غیر قوم سے بجر لے لیں گے ان کے اموال کو۔ ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سبب زلزلہ کا دریافت کیا، انھوں نے فرمایا، جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح بیباکی سے کرنے لگتے ہیں اور شرابیں پیتے ہیں اور معازف بجاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے، زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلاڈال۔ اور عمرؓ بن عبد العزیز نے جابجا شہر میں حکمانے بھیجے جن کا مضمون یہ ہے،۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ یہ زلزلہ زمین کا علامتِ عتابِ الٰہی ہے۔ میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ فلاں تاریخ فلاں مہینے میں میدان میں نکلیں یعنی دعا وتضرع کے لیے اور جس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ بھی ہو وہ خیرات بھی کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قَدْ[1] اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَاسْمَ

---

[1] تحقیق فلاح پائی جس شخص نے پاکی حاصل کی اور ذکر کیا نام اپنے رب کا اور نماز پڑھی اور بعض نے تزکّی ز کوٰۃ سے لیا ہے ظاہراً عمر بن عبد العزیزؓ کے نزدیک

رَبِّہٖ فَصَلّٰی۔ اور کہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام نے کہا تھا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخاسِرِیْنَ۔ اور جس طرح نوحؑ نے کہا تھا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِیّنَ۔ اور جسطرح یونس علیہ السلام نے کہا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ارشاد فرمایا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے کہ جب اللہ عزوجل بندوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں، بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔ مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے کتبِ حکمت میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، بادشاہوں کا مالک ہوں ان کا دل میرے ہاتھ میں ہے۔ پس جو شخص میری اطاعت کرتا ہے میں ان بادشاہوں کا دل اس پر مہربان کر دیتا ہوں اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں انھیں بادشاہوں کو اس شخص پر عقوبت مقرر کرتا ہوں، تم بادشاہوں کو بُرا کہنے میں مشغول مت ہو، میری طرف رجوع کرو۔ میں ان کو تم پر نرم کر دوں گا، امام احمدؒ نے وہب سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی غضبناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔ امام احمدؒ نے وکیعؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت معاویہؓ کو خط میں لکھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود ہجو کرنے لگتا ہے اور بہت احادیث و آثار میں مضرتیں گناہ کی جو دنیا میں پیش آتی ہیں مذکور ہیں، اب بعض نقصانات تفصیل و ترتیب سے مرقوم ہوتے ہیں۔ آسانی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کے لیے فصلیں مقرر کی جائیں۔

فصل ۱: ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے کیونکہ علم ایک باطنی نور ہے اور معصیت سے نور باطن بجھ جاتا ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو وصیت فرمائی تھی اِنِّیْ اَرَی اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدْ اَلْقٰی عَلٰی قَلْبِكَ نُوْرًافَلَا تُطْفِئْہُ بِطَلَبَۃِ الْمَعْصِیَۃِ۔ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے قلب میں ایک نور ڈالا ہے سو تم اس کو تاریکیٔ معصیت سے مت بجھا دینا۔

فصل ۲: ایک نقصان گناہ کا دنیا میں یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے اس مضمون کی حدیث اوپر آچکی ہے۔

یہی تفسیر ہے ۱۲ منہ۔

فصل ۳: ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو خدائے تعالیٰ سے ایک وحشت سی رہتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرا بھی ذوق ہو تو سمجھ سکتا ہے کسی شخص نے ایک عارف سے وحشت کی شکایت کی، انھوں نے فرمایا،

اِذَا كُنْتَ[1] قَدْ وَحَشَتْكَ الذُّنُوْبُ۔ فَدَعُ اِذَا شِئْتَ وَاسْتَاْنِسْ۔

فصل ۴: ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت کرنے سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے خصوص نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے دوری اور انکی برکات سے محروم ہو جاتا ہے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا اثر اپنی بی بی اور جانور کے اخلاق میں پاتا ہوں کہ وہ پوری طرح مطیع نہیں رہتے۔

فصل ۵: ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو اکثر کارروائیوں میں دشواری پیش آتی ہے جیسے تقوٰی[2] کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں، ایسے ہی ترکِ تقوٰی سے کامیابی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔

فصل ۶: ایک نقصان یہ ہے کہ قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے، ذرا بھی دل میں غور کیا جاوے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے۔ اس ظلمت کی قوت سے ایک حیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بدعت و ضلالت و جہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے، فاسق کیسا ہی حسین و جمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرورت ہوتی ہے۔ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت، لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی، قبر اور قلب میں ظلمت، بدن میں سُستی، رزق میں تنگی،، لوگوں کے دلوں میں بُغض ہوتا ہے۔

فصل ۷: ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ امورِ خیر کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل نابود ہو جاتی ہے، رہ گئی بدن کی کمزوری، سو بدن تو قلب کے تابع ہے۔ جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہو گا، دیکھو تو کفارِ فارس و روم کیسے قوی الجثّہ تھے، مگر صحابہؓ کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکے۔

[1] یعنی جب وحشت میں ڈالے تجھ کو گناہ سو تجھ کو جب رفع وحشت منظور ہو گناہ کو چھوڑ اور انس حاصل کر لے ۱۲ منہ۔

[2] قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً ۱۲ منہ۔

فصل ۸: ایک نقصان یہ ہے کہ آدمی طاعت سے محروم ہو جاتا ہے، آج ایک طاعت گئی، کل دوسری چھوٹ گئی، پرسوں تیسری رہ گئی، یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک کام بدولت گناہ کے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، جیسے کسی نے ایک لقمہ لذیذ ایسا کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کر دیا۔

فصل ۹: ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے اور اس کی برکت ٹلتی ہے کیونکہ (بر) نیکی سے عمر بڑھ جانا حدیثِ صحیح سے ثابت ہے تو فجور سے گھٹنا اسی سے سمجھ لیجیے اور یہ شبہ نہایت ضعیف ہے کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے کیونکہ عمر کی کیا تخصیص ہے یہ سب چیزیں مقدر ہی ہیں۔ امیری اور غریبی، صحت ومرض سب میں یہی شبہ ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط سمجھ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی حال عمر کا سمجھ لینا چاہیے۔

فصل ۱۰: ایک نقصان یہ ہے کہ معصیتِ اول، دوسری معصیت کا سبب ہو جاتی ہے وہ تیسری کا، اسی طرح شدہ شدہ معاصی کی کثرت ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ عاصی گناہوں سے گھِر جاتا ہے، دوسرے یہ کہ کرتے کرتے اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوتا ہے پھر اس کو اسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور پھر اس کمبخت میں لطف ولذت بھی نہیں رہتی۔

فصل ۱۱: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے ارادہ توبہ کا کمزور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں رہتی، اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

فصل ۱۲: ایک نقصان یہ ہے کہ چند روز میں اس معصیت کی برائی دل سے نکل جاتی ہے اس کو بُرا نہیں سمجھتا، نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا بلکہ خود تفاخراً اس کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا شخص معافی سے دور ہوتا جاتا ہے، جیسا ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے كل امتى معافى الا المجاهدين وان من الاجهاران يسّر الله على العبد ثم يصبح يفصح نفسه ويقول يا فلان عملت يوم كذا وكذاوكذاوكذا فتهتك نفسه وقدبات يسرّه ربه۔ خلاصہ مطلب کا یہ ہے کہ سب کے لیے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ستاری فرمائی تھی مگر صبح کو خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں فلانے! ہم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا۔ خود اپنی پردہ دری کی،

حالانکہ خدا تعالیٰ نے چھپالیا تھا، اور کبھی گناہ کی برائی کم ہوتے ہوتے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اسی واسطے بزرگ کا قول ہے کہ تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور مجھے کفر کا خوف ہے۔

فصل ۱۳: ایک نقصان یہ ہے کہ ہر معصیت دشمنانِ خدا میں سے کسی کی میراث ہے تو گویا یہ شخص ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے۔ مثلاً لواطت قوم لوط علیہ السلام کی میراث ہے، کم ناپنا کم تولنا قوم شعیب علیہ السلام کی میراث ہے، علو وفساد فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے، تکبّر وتجبر قوم ہود علیہ السلام کی، تو یہ عاصی ان لوگوں کی وضع ہیئت بنانے ہوئے ہے۔ مسند احمد میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جس شخص کسی قوم کی وضع بنائے وہ انھیں میں شمار ہے۔

فصل ۱۴: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بے قدر وخوار ہو جاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک خوار وذلیل ہو گیا، مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ هَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ۔ یعنی

عزیزیکہ از در گہش سر بتافت　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

اگرچہ لوگ بخوف اس کے ظلم وشرارت کے اس کی تعظیم کرتے ہوں مگر کسی کے دل میں عظمت نہیں رہتی۔

فصل ۱۵: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے، اسی طرح کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں، گناہ کی سزا تو الگ ہوگی، یہ لعنت اس پر طرہ ہے، مجاہد فرماتے ہیں کہ بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جبکہ قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے۔

فصل ۱۶: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور وفساد آجاتا ہے کیونکہ عقل ایک نورانی چیز ہے کدورت ومعصیت سے اس میں کمی آجاتی ہے بلکہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو ایسی حالت میں کہیں گناہ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص خدا کی قدرت میں سے ہے، ان کے ملک میں رہتا ہے اور وہ دیکھ بھی رہے ہیں، ان کے فرشتے گواہ بن رہے ہیں، قرآن مجید منع کر رہے، ایمان منع کر رہی ہے

، موت منع کر رہی ہے، دوزخ منع کر رہی ہے۔ گناہ کرنے سے اس قدر سرور و لذت نصیب نہ ہو گا جس قدر دنیا اور آخرت کے منافع اس سے فوت ہو گئے۔ بھلا کوئی عقل سلیم والا ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کر سکتا ہے۔

فصل ۱۷: ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول ﷺ کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں ان پر تو بدرجۂ اولیٰ استحقاقِ لعنت ہے۔ مثلاً لعنت فرمائی آپ نے اس عورت پر جو گودے اور گودوائے اور جو غیر کے بال اپنے بالوں میں ملا کر دراز کرے اور جو دوسرے سے یہ کام لے، اور لعنت فرمائی ہے آپ نے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اسکے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر اور لعنت فرمائی ہے آپ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ ہو، یعنی جب نکاح میں اس کو شرط ٹھیرایا جائے اور لعنت فرمائی ہے چور پر اور لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور نچڑوانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور اسکے دام کھانے والے پر اور جو اس کو لاد کر لائے اور جس کے لیے لاد کر لائی جاوے، اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو اپنے باپ کو بُرا کہے۔ اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو جاندار چیز کو نشانہ بناوے اور لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع بنائیں، اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو دین میں کوئی نئی بات نکالے یا ایسے شخص کو پناہ دے اور لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو قوم لوط کا سا عمل کرے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کسی جانور سے صحبت کرے اور لعنت فرمائی ہے، اس پر جو جانور کے چہرہ پر داغ لگائے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اسکے ساتھ فریب کرے اور لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاویں اور ان لوگوں پر جو وہاں پر سجدہ کریں یا چراغ رکھیں اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کو اس کے خاوند سے یا غلام کو اس کے آقا سے بہکا کر بھڑکاوے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کے پیچھے کے مقام میں صحبت کرے اور ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے خفا ہو کر رات کو الگ رہے، صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں، اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے نسب ملاوے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی طرف لوہے

سے اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو صحابہؓ کو بُرا کہے اور لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو زمین میں فساد مچاوے اور قطع رحم کرے اور اللہ تعالیٰ کو یا رسول ﷺ کو ایذا دے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کہ احکامِ خداوندی کو چھپائے اور لعنت فرمائی ہے ان لوگوں پر جو پارسا بیبیوں کو جن کو ان قصوں کی خبر تک نہیں اور ایماندار ہیں، زنا کی تہمت لگاوے اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھیک راہ بتاوے اور رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو رشوت دے اور جو لے اور جو درمیان میں پڑے اور بہت افعال پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اگر گناہ میں اور کوئی بھی ضرر نہ ہوتا تو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی لعنت کا مورد ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔

فصل ۱۸: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے، اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں وہ تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے ایسے لوگوں کو بخش دیجیے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم سے بچا لیجیے۔ دیکھیے اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ فرشتے ان مؤمنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ چلتے ہیں جس حالت میں گناہ کر کے وہ راہ چھوڑ دی، اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

فصل ۱۹: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں، پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ۔ یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ جنگل اور بستی میں بسبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں اور امام احمدؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے کسی خزانہ میں گیہوں کا دانہ کھجور کی گٹھلی کے برابر دیکھا، ایک تھیلی میں تھا اور اس پر یہ لکھا تھا کہ یہ زمانۂ عدل میں پیدا ہوتا تھا اور بعض صحرائی لوگوں کا بیان ہے کہ پہلے زمانے کے پھل اس وقت کے پھلوں سے بڑے ہوتے تھے جب حضرت عیسیٰؑ کا وقت آوے گا چونکہ اس وقت

طاعت کی کثرت ہو گی اور زمین گناہوں سے پاک ہو جاوے گی پھر اس کی برکتیں عود کر آویں گی، یہاں تک کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہو گا۔ اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے، انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہو گا کہ ایک اونٹ پر بار ہو گا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ روز روز کی بے برکتی ہماری خطا اور گناہ کا ثمرہ ہے۔

فصل ۲۰: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے حیاو غیرت جاتی رہتی ہے اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو کچھ کر گزرے تھوڑا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

فصل ۲۱: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جاتی ہے، بھلا اگر خداوندی عظمت اس کے دل میں ہوتی تو مخالفت پر قدرت ہو سکتی؟ جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی عزت نہیں رہتی، پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

فصل ۲۲: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم[1] ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوئی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے اور نہیں دور ہوئی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں، اور ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ذاتی حالات کو بدل ڈالیں، اس سے معلوم ہوا کہ زوال نعمت گناہ ہی سے ہوتا ہے۔

فصل ۲۳: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے مدح وشرف کے القاب سلب ہو کر مذمت اور ذلت کے خطاب ملتے ہیں مثلاً نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوئے تھے۔ مؤمن، برّ، مطیع، منیب، ولی، ورع، مصلح، عابد، خائف، اواب، طیّب، رضی، تائب، حامد، راکع، ساجد، مسلم، قانت، صادق، صابر، خاشع، متصدق، صائم،

[1] کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم تو گناہ کرنے والوں کو بڑے عیش میں دیکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ استدراج ہے اس کا اور بھی زیادہ خطرہ ہے جیسے مکتب میں کوئی لڑکا سبق یاد نہ کرتا ہو اور معلم ضداً سزا نہیں دیتا کہ کل کو سبق نہ یاد نکلے اس وقت اکٹھی سزا ہو۔ ۱۲ منہ۔

عفیف، ذاکر ونحو ذلک، جب برا کام کیا یہ خطابات ملے، فاجر، فاسق، عاصی، مخالف، مسی، مفسد، خبیث، مسخوط، زانی، سارق، قاتل، کاذب، خائن، لوطی، قاطع رحم، متکبر، ظالم، ملعون، جاہل، وغیرہ ذالک۔

فصل ۲۴: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں کیونکہ طاعت ایک خداوندی قلعہ ہے جس کے سبب اعداء کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے۔ جب قلعہ سے باہر نکلا، دشمنوں نے گھیر لیا پھر وہ شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اس کے قلب وزبان، دست وپا چشم وگوش سب اعضاء کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں۔

فصل ۲۵: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے، کچھ پریشانی سا ہو جاتا ہے، ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے، کہیں عزت میں فرق نہ آجاوے کوئی بدلہ نہ لینے لگے میرے نزدیک معیشت ضنک بمعنی تنگ کے یہی معنیٰ ہیں۔

فصل ۲۶: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے، یہاں تک کہ مرتے ہوئے کلمہ تک منہ سے نہیں نکلتا بلکہ جو افعال حالتِ حیٰوۃ میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد ہوتے ہیں۔ ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور یہ بک رہا تھا کہ کپڑا بڑا نفیس ہے، یہ خریدار بہت خوش معاملہ ہے آخر اسی حالت میں مر گیا، کسی سائل کی حکایت ہے کہ مرتے وقت کہتا تھا اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اسی میں تمام ہو گیا، اسی طرح ایک شخص کو نزع کے وقت کلمہ پڑھانے لگے کہنے لگا آہ آہ میرے منہ سے نہیں نکلتا اور بہت سے حالات میں اس وقت کو ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے، خدا جانے اور کیا گزرتی ہو گی، خدا کی پناہ۔

فصل ۲۷: ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے، کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہہ لا الٰہ الا اللہ۔ اس نے گانا شروع کیا تاتا تن، تنا، اور کہنے لگا کہ جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں، آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہوا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے لگے، بولا اس کلمہ سے کیا ہو گا؟ میں نے کبھی

نماز تک تو پڑھی نہیں وہ بھی یونہی مرا، کسی اور شخص کو کلمہ پڑھنے کو کہا، کہنے لگا میں تو اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا، ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ کوئی میری زبان پکڑے لیتا ہے اَللّٰھُمَّ احۡفِظۡنَا۔

رجوع بہ مقصود

یہ چند مضرتین دنیوی ہیں جو گناہ کرنے سے لاحق ہوتی ہیں اور علاوہ ان کے بہت سے ضرر ظاہری و باطنی ہیں جو قرآن و حدیث میں غور کرنے سے اور خود دل میں سوچنے سے بہت جلد سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اور آخرت میں جو مضرتیں ہیں وہ الگ رہیں جو عنقریب مختصراً مذکور ہوں گی، انشاء اللہ تعالیٰ، عاقل ہرگز پسند نہیں کر سکتا کہ ذراسی اشتہائے کاذب کے لیے اتنا بڑا پہاڑ مصائب اور کلفتوں کا اپنے سر پر لے۔ روزانہ معاملات میں جس چیز میں مفاسد اور مضرتیں غالب ہوتی ہیں، آدمی اس کے پاس نہیں پھٹکتا یہی برتاؤ معاصی کے ساتھ کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے آمین آمین آمین۔

دوسرا باب

اس بیان میں کہ طاعت و عبادت اور اعمالِ صالحہ سے دنیا کا کیا نفع ہے؟

علاوہ ان منافع کے جو ضمناً یا التزاماً اوپر مذکور و مفہوم ہو چکے، اس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل ۱: اس بیان میں کہ طاعت سے رزق بڑھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُو التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَ کَلُوْ ا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ، اگر وہ لوگ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو ان نازل کی گئی ان کی طرف انکے رب کی جانب سے یعنی قرآن۔ مراد یہ کہ ان پر پورا پورا عمل رکھتے، تورات و انجیل پر عمل کرنا یہی ہے کہ حضرت سرور عالم

ﷺ پر حسب عہد تورات و انجیل کے ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے، اگر ایسا کرتے تو البتہ کھاتے وہ لوگ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے، اوپر سے کھانا یہ کہ بارش ہوتی اور نیچے سے یہ کہ غلّہ اگتا، اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ احکام الٰہی پر عمل کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

فصل ۲: اس بیان میں کہ طاعت سے طرح طرح کی برکت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْ الَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْ ا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ اگر ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے البتہ کھول دیتے ہم ان پر طرح طرح کی برکتیں آسمان سے اور زمین سے لیکن انھوں نے تو جھٹلایا پس پکڑ لیا ہم نے ان کو بسبب ان اعمال کے جو وہ کرتے تھے، یہ آیت مدعائے مذکور میں بالکل صریح الدلالت ہے۔

فصل ۳: اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے ہر قسم کی تکلیف و پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہِ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبْ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَبْسُہٗ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کی راہ یعنی ہر قسم کی دشواری و تنگی سے اس کو نجات ملتی ہے اور رزق عنایت فرماتے ہیں اس کو ایسی جگہ سے کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا اور بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر وہ اس کو کافی ہو جاتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ برکت تقویٰ ہر قسم کی دشواری سے نجات ہوتی ہے۔

فصل ۴: اس بیان میں کہ طاعت سے مقاصد میں آسانی ہوتی ہے قال اللّٰہ تعالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کر دیتے ہیں اس کے لیے اس کے کام میں آسانی۔ مطلب مذکور پر صاف دلالت موجود ہے۔

فصل ۵: اس بیان میں کہ طاعت سے زندگانی مزیدار ہو جاتی ہے قال اللہ تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص عمل کرتا ہے نیک، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان والا ہو پس البتہ زندگانی دیں گے ہم ان کو زندگی ستھری یعنی بالطف ولذت۔ فی الواقع کھلی آنکھوں یہ بات نظر آتی ہے کہ ایسے لوگوں کا سالطف وراحت بادشاہوں کو بھی میسر نہیں۔

فصل ۶: اس بیان میں کہ طاعت سے بارش ہوتی ہے مال بڑھتا ہے اولاد ہوتی ہے باغ پھلتا ہے نہروں کا پانی زیادہ ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم گناہ بخشوالو اپنے رب سے تحقیق وہ بڑے بخشنے والے ہیں، بھیجیں گے بارش تم پر بہتی ہوئی اور زیادہ کریں گے تمھارے اموال اور اولاد کو اور مقرر کریں گے تمھارے لیے باغ اور مقرر کریں گے تمھارے لیے نہریں۔

فصل ۷: اس بیان میں کہ ایمان لانے سے خیر اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تحقیق اللہ تعالیٰ دفع کر دیتے ہیں (یعنی تمام آفات وشرور کو) ان لوگوں سے جو ایمان لائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ان کے لیے حامی ومددگار ہونا۔ قال اللہ تعالےٰ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ مددگار ہیں ایمان والوں کے، فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں کو قوی رکھو قال اللہ تعالیٰ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کو یاد کرو جبکہ حکم فرماتے تھے تمھارے پروردگار فرشتوں کو کہ بیشک میں تمھارے ساتھ ہوں، تم ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے سچی عزت عنایت ہونا۔ قال اللہ تعالیٰ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے لیے عزت اور ان کے رسول ﷺ کے لیے اور ایمان والوں کے لیے۔ مراتب بلند ہونا۔ قال اللہ تعالیٰ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یعنی اللہ تعالےٰ مراتب بلند کریں گے ان لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے۔ دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا۔ قال اللہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ فرمای اللہ تعالیٰ نے بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے بہت جلد پیدا کر دیں گے اللہ تعالیٰ ان کی محبت، ایک حدیث میں بھی یہی مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں اول فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں شخص سے محبت کرو، پھر دنیا میں منادی کی جاتی ہے فَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی مقرر کی جاتی ہیں اس کے لیے قبولیت دنیا میں اس کی قبولیت کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حیوانات وجمادات تک اس شخص کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

قرآن مجید کا اس کے حق میں شفا ہونا قال اللہ تعالیٰ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ دیجیے کہ وہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے، اسی طرح ایمان سے تمام بھلائیاں اور نعمتیں میسر ہوتی ہیں، نصوص فضائل میں تتبع کرنے سے اس دعوے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

فصل ۸: اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے مالی نقصان کا تدارک ہو جاتا ہے اور نعم البدل مل جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے نبی ﷺ کہہ دیجیے ان قیدیوں سے جو آپ کے قبضے میں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں ایمان معلوم کریں گے تو جو مال تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عنایت کر دیں گے اور تمھارے گناہ بھی بخش دیں گے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑے مہربانی ہیں۔

ز۔ یہ آیت بدر کے قیدیوں کے حق میں اتری جن سے بطور فدیہ کے کچھ مال لیا گیا تھا ان سے وعدہ ٹھیرا کہ اگر تم سچے دل سے ایمان لاؤ گے تو تم کو پہلے سے بہت زیادہ مل جائیگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فصل ۹: اس بیان میں کہ طاعت میں مال خرچ کرنے سے مال بہت بڑھتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جو کچھ تم زکوۃ دیتے ہو جس سے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہو۔ پس یہ لوگ دُونا کرنے والے ہیں یعنی مال کو دنیا میں اور اجر کو آخرت میں۔

فصل ۱۰: اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے قلب میں ایک راحت واطمینان پیدا ہو جاتا ہے جس کی لذت کے روبرو ہفت اقلیم کی راحتِ سلطنت گرد ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آگاہ ہو جاؤ اللہ ہی کی یاد سے چین پاتے ہیں دل، قال العارف الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ۔

بفراغ دل زمانے نظر بماہروئے — بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

ایک اور بزرگ نے سنجر بادشاہ ملک نیمروز کو اس کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد	در دل اگر بود ہوسِ ملکِ سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب	من ملکِ نیمروز بیک جَو نمی خرم

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر جنتی لوگ ایسے حال میں ہیں جس حال میں ہم ہیں تب تو وہ بڑے مزیدار عیش میں ہیں، دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ افسوس یہ غریب دنیا دار دنیا سے رخصت ہوگئے نہ انھوں نے عیش دکھا نہ مزہ، تیسرے صاحب فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ ہماری لذت سے واقف ہوجاویں تو مارے رشک کے ہم پر تیغ رانی کرنے لگیں کبھی یہاں تک اس لذت کا غلبہ ہوجاتا ہے کہ اس کو جنت پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ لذتِ قریب کے رہتے دوزخ میں جانے پر راضی ہوجاتے ہیں اور جو یہ لذت نہیں تو جنت کو ہیچ قرار دیتے ہیں، قال العارف الرومی۔

ہر کجا لبر بود خرم نشیں!	فوق گردوں است نے قعرِ زمیں
ہر کجا یوسف رخے باشد چوماہ	جنت ست آں گرچہ باشد قعرِ چاہ
باتو دوزخ جنت ست اے جانفزا	بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ لذت کس غضب کی ہوگی۔

فصل ۱۲: اس بیان میں کہ طاعت کی برکت سے اس شخص کی اولاد تک کو نفع پہنچتا ہے قال اللہ فی قصۃ الخضر علیہ السلام وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَه كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے جو وہ دیوار بلا اُجرت درست کردی وہ یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اور اس دیوار کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہے اور ان کا باپ بزرگ آدمی تھا پس خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ یہ دونوں اپنی جوانی پر پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ بوجہ مہربانی کے ہے تمھارے پروردگار کی طرف سے۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم خضر علیہ السلام کو اس سبب سے ہوا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا سبحان اللہ! نیکوکاری کے آثار نسل میں بھی چلتے ہیں، آج کل لوگ اولاد

کے لیے طرح طرح کے سامان جائیدار روپیہ وغیرہ وغیرہ چھوڑنے کی فکر میں رہتے ہیں، سب سے زیادہ کام کی جائیداد یہ ہے کہ خود نیک کام کریں کہ اس کی برکت سے اولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہے۔

فصل ۱۳: اس بیان میں کہ طاعت سے زندگانی میں غیبی بشارتیں نصیب ہوتی ہیں، قال اللہ تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کچھ ڈر ہے نہ وہ مغموم ہونگے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے ان کے لیے خوشخبری ہے زندگانی دنیا میں اور آخرت میں۔ حدیث شریف میں اس کی تفسیر وارد ہوئی ہے کہ بُشریٰ سے مراد اچھا خواب ہے جس سے دل خوش ہوجاوے مثلاً خواب میں دیکھا کہ بہشت میں چلا گیا یا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا یا اس طرح کا اور خواب دیکھ لیا جس سے امید کو قوۃ اور قلب کو فرحت ہوگئی۔

فصل ۱۴: اس بیان میں کہ طاعت سے فرشتے مرتے وقت خوشخبری سناتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ۔ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔ یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ ہیں پھر وہ مستقیم رہے اترتے ہیں ان لوگوں پر فرشتے (یعنی وقت مرنے کے جیسا مفسرین نے فرمایا) کہ تم نہ خوف کرو نہ غم کرو اور بشارت سنو بہشت کی جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے،، ہم تمھارے حامی ومددگار ہیں زندگانی دنیا میں اور آخرت میں اور بہشت میں وہ چیزیں ہیں جو خواہش کریں گے تمھارے نفس اور تمھارے لیے اس میں وہ چیزیں ہیں جو تم مانگو گے بطور مہمانی کے بخشنے والے مہربانی کی طرف سے۔ دیکھئے اس آیت میں حسب تفسیر محققین مذکور ہے کہ مرتے وقت فرشتے کیا کیا خوشی کی باتیں سناتے ہیں۔

فصل ۱۵: اس بیان میں کہ بعض طاعات سے حاجب روائی میں مدد ملتی ہے قال اللہ تعالیٰ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدد چاہو یعنی اپنے حوائج میں کما قالہ المفسرون صبر اور نماز سے، حدیث شریف میں اس استعانت کا ایک خاص طریق وارد ہوا ہے، امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے جس شخص کو کسی قسم کی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا آدمی

سے، اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کہے مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھ کے اور نبی ﷺ پر درود شریف بھیجے پھر یہ دعا پڑھے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّوَّالسَّلَامَۃَ مِّنْ کُلِّ اِثْمٍ لَّاتَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اَلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًی اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

فصل ۱۶: اس بیان میں کہ بعض طاعات کا یہ اثر ہے کہ کسی معاملے میں یہ تردّد کہ کیونکر کرنا بہتر ہوگا رفع ہو جاتا ہے اور اسی جانب رائے قائم ہو جاتی ہے جس میں سراسر نفع وخیر ہی ہو احتمالِ ضرر بالکل نہیں رہتا گویا اللہ تعالیٰ سے مشورہ مل جاتا ہے۔ امام بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول ﷺ نے جب تم کو کسی کام میں تردّد ہو یعنی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کس طرح کرنا بہتر ہوگا مثلاً کسی سفر کی نسبت تردّد ہو یعنی اس میں نفع ہوگا یا نقصان، اسی طرح اور کسی کام میں تردد ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ۔ اور ایک[1] روایت میں بجائے فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ کے یہ الفاظ ہیں عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ۔ یہاں بھی وہی دوسری روایت ہے جو اوپر مذکور ہوئی فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ اپنے[2] کام کا نام بھی لیوے یعنی بجائے ہٰذا الامر کے کہے مثلاً ہٰذا السفر یا ہٰذا النکاح یا مثل اس کے۔

فصل ۱۷: بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ اس سے تمام مہمات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ فرما لیتے ہیں، ترمذی نے ابو الدرداء و ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حکایت فرمائی رسول ﷺ نے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم! میرے لیے شروع دن میں چار رکعت پڑھ لیا کر، میں ختم دن تک تیرے سارے کام میں بنادیا کروں گا۔

---

1 یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف سے نقل کی گئی ہیں۔

2 پڑھنے والے کو اختیار ہے جو لفظ چاہے پڑھے یا دل میں سوچ لے۔

فصل ۱۸: بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ مال میں برکت ہوتی ہے، حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے اگر سچ بولیں بائع مشتری، اور ظاہر کردیں اپنے مال کی حالت برکت ہوتی ہے دونوں کے لیے ان کے معاملے میں، اگر پوشیدہ رکھیں اور جھوٹ بولیں، محو ہو جاتی ہے برکت دونوں کیلئے معاملہ کی، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فصل ۱۹: دینداری سے بادشاہی باقی رہتی ہے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ سنا میں نے رسول ﷺ سے کہ یہ امر خلافت وسلطنت ہمیشہ قریش میں رہے گا۔ جو شخص ان سے مخالفت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل گرا دے گا جب تک کہ وہ لوگ دین کو قائم رکھیں۔

فصل ۲۰: بعض طاعات مالیہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بُجھتا ہے اور بری حالت میں پر موت نہیں آتی، ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے کہ صدقہ بجھاتا ہے پروردگار کے غصہ کو اور دفع کرتا ہے بُری موت کو یعنی جس میں خواری و فضیحتی ہو یا خاتمہ برا ہو، نعوذ باللہ۔

فصل ۲۱: دعا سے بلا ٹلتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر بڑھتی ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے نہیں ہٹاتی قضا[1] کو مگر دعا اور نہیں بڑھاتی عمر کو مگر نیکی روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فصل ۲۲: سورۂ یٰسین پڑھنے سے تمام کام بن جاتے ہیں عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۂ یٰسین پڑھے شروع دن میں، پوری کی جاویں گی اس کی تمام حاجتیں، راویت کیا اس کو دارمی نے۔

فصل ۲۳: سورۂ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص کہ سورۂ واقعہ پڑھا کرے ہر شب میں نہ پہنچے گا اس کو فاقہ کبھی، روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

---

1 اس حدیث سے تقدیر کا انکار لازم نہیں آتا یہ اثر بھی تقدیر سے ہے۔ ۱۲ منہ

فصل ۲۴: ایمان کی برکت سے تھوڑے کھانے میں آسودگی ہو جاتی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کھانا بہت کھایا کرتا تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا تو تھوڑا کھانے لگا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں۔ روایت کیا اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۵: بعض دعاؤں کی یہ برکت ہے کہ بیماری لگنے یا اور بلا پہنچنے کا خوف نہیں رہتا۔ حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص کسی مبتلائے غم یا مرض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ سو وہ ہرگز اس شخص کو نہ پہنچے گی خواہ کچھ ہی ہو، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فصل ۲۶: بعض دعاؤں میں یہ برکت ہے کہ فکریں زائل ہو جاتی ہیں اور قرض ادا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول ﷺ! مجھ کو بہت سے افکار اور قرض نے گھیر لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، تجھ کو ایسا کلام نہ بتلادوں کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تیری ساری فکریں دور کردے اور تیرا قرض بھی ادا کردے، اس شخص نے عرض کیا بہت خوب فرمایا صبح وشام یہ کہا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزَنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِوَ الْکَسْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے یہی کیا سو میری ساری غم وفکریں بھی جاتی رہیں اور قرض بھی ادا ہو گیا روایت کیا ابوداؤد نے۔

فصل ۲۷: بعض دعا ایسی ہے کہ سحر وغیرہ کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے۔ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند کلمات کہ اگر میں نہ کہتا رہتا، یہود مجھ کو گدھا بنا دیتے، کسی نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں انھوں نے یہ بتلائے اَعُوْذُبِوَجْہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْہُ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَایُجَاوِزُ ھُنَّ بِرٌّ وَّ لَافَاجِرٌ وَّ بِاَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی مَاعَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

اسی طرح طاعات میں اور بے شمار فوائد ومنافع ہیں جو قرآن شریف وحدیث شریف میں اور روزانہ معاملات میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور ہم تو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور

رسول ﷺ کے فرمانبردار ہیں ان کی زندگی ایسی حلاوت ولطف سے بسر ہوتی ہے کہ اس کی نظیر امراء میں نہیں ملتی، ان کے قلیل میں برکت ہوتی ہے، ان کے دلوں میں نورانیت ہوتی ہے جو اصلی سرمایۂ سرور ہے۔ یاالٰہی سب کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائیے اور اپنی رضامندی وقرب نصیب فرمائیے۔

تیسرا باب

"اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا قوی تعلّق ہے۔"

جاننا چاہیے کہ کتاب وسنت اور کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس عالم دنیا کے دو عالم اور ہیں ایک کو برزخ اور دوسرے کو عالمِ غیب کہتے ہیں اور ہماری مراد آخرت سے مفہوم عام ہے دونوں کو شامل ہے تو جس وقت آدمی کوئی عمل کرتا ہے تو فوراً عالم برزخ میں منعکس ہو کر چھپ جاتا ہے اور اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتب ہوتے ہیں، اس عالم کا نام قبر بھی ہے پھر انھیں اعمال کا ایک وقت میں کامل ظہور ہوگا جس کو یوم حشر ونشر کہتے ہیں، سو ہر عمل کے مراتب وجودی تین ہوئے، صدور ظہور مثالی، ظہور حقیقی، اس مضمون کو فوٹوفون سے سمجھنا چاہیے۔ جب آدمی کوئی بات کرتا ہے اس کے تین مراتب ہوتے ہیں، ایک مرتبہ یہ کہ وہ بات منہ سے نکلی، دوسرا مرتبہ یہ کہ فوراً فوٹوفون میں وہ الفاظ بند ہو گئے، تیسرا مرتبہ یہ کہ جب اس سے آواز نکالنا چاہیں وہی آواز بعینہٖ پیدا ہو جاوے سو منہ سے نکلنا عالمِ دنیا کی مثال ہے اس میں بند ہونا عالمِ برزخ کی، پھر اس سے نکلنا عالمِ غیب کی، سو جیسا کوئی عاقل شک نہیں کرتا کہ الفاظ منہ سے نکلتے ہی فوٹوفون میں بند ہو جاتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کرتا کہ نکالنے کے وقت وہی بات نکلے گی جو اول منہ سے نکلی تھی۔ اس کے خلاف نہ نکلے گی، اسی طرح مؤمن کو اس میں شک نہ چاہیے کہ جس وقت کوئی عمل اس سے صادر ہوتا ہے فوراً وہ عالم مثال میں منقش

ہوتا ہے اور آخرت میں اس کا ظہور ہوگا اس بنا پر یقین ہوگیا کہ آخرت[1] کا سلسلہ بالکل ہماری اختیاری حالت پر مبنی ہے کوئی وجہ مجبوری کی نہیں۔ جیسے فوٹوفون کے قریب و محاذات کے وقت ایک ایک بات کا خیال رہتا ہے کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے، کوئی ایسی بات نکل جاوے جس کا اظہار میں اس شخص کے روبرو پسند نہیں کرتا جس کے سامنے یہ فوٹوفون بعد میں کھولا جاویگا اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس وقت مجالِ انکار نہ ہوگی کیونکہ اس آلہ کا یہ یقینی خاصہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کہا کچھ اور بند ہوگیا اور کچھ اسی طرح صدورِ اعمال کے وقت اس امر کا خیال رہنا چاہیے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں کہیں جمع ہوتا ہے اور بلا کمی بیشی ایک روز کھل پڑے گا اور اس وقت کوئی عذر حیلہ احتمال کمی بیشی کا نہ چل سکے گا اور اگر یہ خیال غالب ہوجاوے تو گناہ کرنے سے ایسا اندیشہ ہو جیسا فوٹوفون کے روبرو گالیاں دینے سے جبکہ یہ یقین ہو کہ بادشاہ کے روبرو کھولا جاوے گا اور میں بھی اس وقت حاضر ہوں گا یا دوسری موٹی مثال سمجھے، درخت پیدا ہونے میں تین مرتبے ہیں، اول تخم ڈالنا، دوسرے اس کا زمین سے نکلنا تیسرے بڑا ہو کر پھل پھول لگنا سو عاقل سمجھتا ہے کہ درخت کا نکلنا اور اس میں پھل پھول آنا ابتدائی کارخانہ نہیں ہے اسی تخم پاشی پر مبنی ہے اسی طرح دنیا میں عمل کرنا بمنزلۂ تخم پاشی کے ہے اور آثار برزخی کا ظاہونا بمنزلۂ درخت نکلنے کے ہے۔ آثارِ آخرت کا ظاہر ہونا اس میں پھل پھول لگنا ہے، ثمراتِ برزخ و آخرت بالکل انھیں اعمالِ اختیاریہ پر مبنی ٹھیرے جیسا جو بو کر کبھی توقع نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا اسی طرح اعمال بد کر کے کیوں توقع ہوتی ہے کہ ثمراتِ نیک شاید ہم کو مل جاویں، اسی مقام سے یہ مضمون سمجھ میں آگیا ہوگا اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔

گندم از گندم بروید جو زجو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

[1] اور یہ شبہ نہ ہو کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنت ایک بالشت رہ جاتی ہے پھر تقدیر غالب آتی ہے اور یہ شخص دوزخی ہوجاتا ہے اسی طرح دوزخی سے جنتی، اس سے تو صاف مجبوری معلوم ہوتی ہے جواب یوں سمجھو کہ یہ غلبہ تقدیر کا تو تمام امور اختیاریہ میں واقع ہوا کرتا ہے بعض اوقات خوب علاج کرتے ہیں اور غلبہ و تقدیر سے مریض مر جاتا ہے مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے، اصل یہ ہے کہ اعتبار اکثری معاملات کا ہوتا ہے، اتفاق شاذہ پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ سو یہ صورت اتفاقی ہے ورنہ اکثر جنتی سے جنت کے اعمال دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ ۱۲منہ۔

اور جس طرح تخم جو اور درخت جو میں مماثلت نہیں ہوتی مگر معنوی مناسبت یقینی ہے جس کو اہلِ نظر سمجھتے ہیں اسی طرح اعمال اور جزا میں خفی مناسبت ہے جس کے سمجھنے کے لیے بصیرت کی ضرورت ہے۔

باقی جس طرح درختِ جو کے پہنچاننے والوں کا قول قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے اور ان سے اس حکم میں منازعت نہیں کی جاتی خواہ مناسبت سمجھ میں آوے یا نہ آوے، اسی طرح ثمراتِ اعمال کو پہچان کر بتلانے والوں کا (یعنی انبیاؤں اور اولیاؤں کا) ارشاد واجب القبول ہے خواہ مناسبت سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ ہم بعض اعمال کے ثمرات جو موت کے بعد پیش آویں گے خواہ برزخ میں یا آخرت میں، ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کارخانہ بعد الموت ابتدائی کارخانہ نہیں بلکہ اسی کارخانہ پر مرتب و مسبب ہے، اس کے بعد بعض اہل معانی کے اقوال سے بعض اعمال و ثمرات کی مناسبت کو تمثیلاً ذکر کریں گے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ وہاں جو کچھ ہے یہاں کا ظہور اور تمثیل ہے اور یہ ارشادات سمجھ میں آجاویں۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ وقولہ تعالیٰ۔ وَ اِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا ؕ وَ کَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ۔ وقولہ تعالیٰ۔ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّ لَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّ لَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا۔ وقولہ تعالیٰ۔ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَ بَیْنَہٗٓ اَمَدًۢا بَعِیْدًا۔ وقولہ تعالیٰ۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِي الْاٰخِرَۃِ۔ وغیرہا من الآیات۔

فصل ۱: بعض اعمال کے آثار برزخیہ میں جس سے ان اعمال کی صورت مثالیہ منکشف ہوگی، امام بخاریؒ[1] نے بروایت سمرہ بن جندب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ اکثر صحابہ سے دریافت فرماتے کہ تم نے شب کو کوئی خواب تو نہیں دیکھا، جو شخص کوئی خواب عرض کرتا آپ اس کی تعبیر ارشاد فرماتے، اسی طرح حسبِ معمول ایک روز صبح کے وقت ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا

[1] یہ حدیث خواب کافی سے نقل ہے ۱۲منہ۔

ہے، دو شخص میرے پاس آئے مجھ کو اٹھا کر کہا چلو، میں ان کے ساتھ چلا۔ ایک شخص پر ہمارا گزر ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس ایک پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کے سر پر زور سے مارتا ہے جس سے اس کا سر کچل جاتا ہے اور پتھر آگے کو لڑھک جاتا ہے، وہ جا کر پتھر کو پھر اٹھالاتا ہے اور یہ ابھی لوٹنے نہیں پاتا کہ اس کا سر اچھا ہو جاتا ہے جیسا پہلے تھا، وہ آخر پھر اسی طرح کرتا ہے میں نے ان دو شخصوں سے تعجباً کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک شخص پر گزر ہوا، جو چت لیٹا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا زنبور لیے کھڑا ہے اور اس لیٹے ہوئے شخص کے منہ کے ایک جانب آکر اس کا کلّہ اور نتھنا اور آنکھ گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے پھر دوسری طرف آکر اسی طرح کرتا ہے۔ اور اس جانب سے فارغ نہیں ہونے پاتا کہ وہ جانب اچھی ہو جاتی ہے، پھر اس طرف جا کر اسی طرح کرتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک تنور پر پہنچے، اس میں بڑا شور غل ہو رہا ہے ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں بہت سے مرد عورت ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے ایک شعلہ آتا ہے، جب وہ ان کے پاس پہنچتا ہے، اس کی قوت سے یہ بھی اونچے اٹھ جاتے ہیں میں نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ وہ دونوں بولے چلو چلو ہم آگے چلے، ایک نہر پر پہنچے کہ خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں وہ شخص تیرتا ہوا اُدھر کو آتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے۔ جس کے صدمہ سے پھر وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ تیر کر نکلتا ہے، یہ شخص پھر اسی طرح اس کو ہٹا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک شخص پر گزر ہوا کہ بڑا ہی بدشکل ہے کہ کبھی ایسا کوئی نظر سے نہ گزرا ہوگا اور اس کے سامنے آگ ہے اس کو جلا رہا ہے اور اسکے گرد پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک گنجان باغ میں پہنچے جس میں ہر قسم کے بھاری [1] شگوفے تھے اور اس باغ کے درمیان ایک شخص نہایت دارز قد جس کا سر اونچائی کے سبب دکھائی نہیں پڑتا، بیٹھے ہیں اور ان کے آس پاس بڑی کثرت سے بچے جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ باغ کیا ہے اور یہ لوگ کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو ہم آگے چلے۔ ایک عظیم الشان درخت پر پہنچے کہ

[1] یعنی موسم بہار کے۔ منہ۔

اس سے بڑا اور خوبصورت درخت کبھی میں نے نہیں دیکھا ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر چڑھو۔ ہم اس پر چڑھے تو ایک شہر ملا کہ اس کی عمارت میں ایک ایک اینٹ سونے کی ایک ایک چاندی کی لگی ہے۔ ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اس کو کھُلوایا وہ کھول دیا گیا۔ ہم اسکے اندر گئے ہم کو چند آدمی ملے جن کا آدھا بدن ایک طرف کا تو نہایت خوبصورت اور آدھا بدن نہایت بدصورت تھا۔ وہ دونوں شخص ان لوگوں سے بولے جاؤ اس نہر میں گر پڑو، اور وہاں ایک چوڑی نہر جاری ہے پانی سفید ہے جیسا دودھ ہوتا ہے، وہ لوگ جا کر اس میں گر گئے پھر ہمارے پاس جو آئے تو بدصورت بالکل جاری رہی۔ پھر ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور دیکھو تمھارا گھر وہ رہا میری نظر جو اوپر بلند ہوئی تو ایک محل ہے جیسا سفید بادل کہنے لگے یہی تمھارا گھر ہے میں نے دونوں سے کہا اللہ تعالیٰ تمھارا بھلا کرے، مجھ کو چھوڑ دو میں اس کے اندر چلا جاؤں کہنے لگے ابھی نہیں بعد میں جاؤ گے میں نے ان سے کہا آج رات بھر بہت عجیب تماشے دیکھے آخر یہ کیا چیزیں تھیں؟ وہ بولے ہم ابھی بتلاتے ہیں، وہ جو شخص تھا جس کا سر پتھر سے کچلتا دیکھا وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید حاصل کر کے اس کو چھوڑ کر فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا اور جس شخص کے کلّے اور نتھنے اور آنکھ گدی سے چیرتے دیکھا یہ ایسا شخص ہے کہ صبح کو گھر سے نکلتا اور جھوٹی باتیں کیا کرتا جو دور پہنچ جاتیں اور جو ننگے مرد عورت تنور میں نظر آئے یہ زنا کرنے والے مرد عورت ہیں اور جو شخص نہر میں تیرتا تھا اور اس کے منہ میں پتھر بھرے جاتے تھے یہ سُود خوار ہے اور وہ جو بدشکل آدمی آگ جلاتا پا اور اس کے گرد دوڑتا ہوا دیکھا وہ مالک داروغہ دوزخ کا ہے اور جو دراز قامت شخص باغ میں دیکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے آس پاس دیکھے یہ وہ بچے ہیں جن کو فطرت پر موت آگئی کسی مسلمان نے دریافت کیا یا رسول ﷺ! مشرکین کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی اور وہ جو لوگ تھے جن کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت تھا، یہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ عمل نیک کیے تھے اور کچھ بد کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا، فقط۔

اس حدیث سے ان اعمال کے آثار واضح ہوئے اور مناسبتیں گو خفی ہیں مگر ذرا تامّل سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ مثلاً جھوٹ بولنے اور کلّے چیرے جانے میں مناسبت ظاہرہ اور زنا کرنے سے جو آتشِ شہوت تمام بدن میں

پھیل جاتی ہے اس میں اور آتش عقوبت کے محیط ہو جانے میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں اور جہنم میں برہنہ ہو جانا، اس میں مناسبت ظاہر ہے علی ہذا القیاس، سب اعمال کو اسی طرح سوچ لینا چاہیے۔

فصل ۲: جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ سانپ کی شکل بن کر اس کے گلے میں بطور طوق کے ڈالا جاوے گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے نہیں ہے کوئی شخص جو نہ دیتا ہو زکوٰۃ اپنے مال کی مگر یہ کہ ڈال دیں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ایک اژدہا۔ پھر آپ نے اسکی تائید کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ الاٰیۃ روایت کیا اس کو ترمذی علیہ الرحمۃ نے۔

فصل ۳: بدعہدی بشکل جھنڈے کے متمثل ہو کر قیامت کے دن موجب رسوائی ہو گی، عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول سے جو شخص پناہ دیوے کسی شخص کو اس کی جان پر پھر اس کو قتل کر دے، دیا جاویگا اس کو جھنڈا اس کی پشت پر گاڑ کر پکا جاویگا۔ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔ یعنی یہ فلاں شخص کی بدعہدی ہے۔

فصل ۴: چوری اور خیانت جس چیز کی ہو گی وہی آلہ تعذیب ہو جائیگی، ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سرور عالم ﷺ کے واسطے ایک غلام ہدیہ میں بھیجا اس کا نام مدعم تھا وہ مدعم حضور ﷺ کا کچھ اسباب اتار رہا تھا کہ دفعتہً اس کے ایک تیر آ کر لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہوا، لوگوں نے کہا کہ بہشت اس کو مبارک ہو، آپ نے فرمایا ہر گز ایسا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ جو کملی اس نے یوم خیبر میں لے لی تھی تقسیم نہ ہونے پائی تھی وہ آگ بن کر اس پر مشتعل ہو رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ مضمون سنا، ایک شخص جوتے کا ایک یا دو تسمے واپس کرنے کو لایا آپ نے فرمایا (اب کیا ہوتا ہے) یہ ایک تسمہ یا دو تسمہ تو آگ کا ہے، روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فصل ۵: غیبت کرنے کی صورت مثالی مُردہ بھائی کے گوشت کھانے کی، قال اللہ تعالیٰ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ الاٰية۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نہ

غیبت کرے کوئی تم میں سے کسی کی، کیا پسند کرتا ہے کوئی تم میں سے یہ کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جبکہ وہ مرا ہو، ضرور اس کو تو ناپسند کروے گے فقط، اس وجہ سے غیبت خواب میں اسی شکل میں نظر آتی ہے۔

فصل ۶: اہل معانی کے اقوال سے بعض چیزوں کی صورتِ مثالیہ کے بیان میں، محققین نے فرمایا ہے، کہ ہر خصلت ذمیمہ کو ایک جانور کے ساتھ خصوصیت خاصّہ ہے، جس شخص میں وہ خصلت غالب ہو جاتی ہے، عالمِ مثالی میں اس شخص کی شکل (اس جانور کی سی ہو جاتی ہے، امم سابقہ میں وہ شکل اسی عالم میں ظاہر ہو جاتی تھی، اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں رُسوا ہونے سے محفوظ رکھا لیکن دوسرے عالم میں وہ شکل بن جاتی ہے۔ قیامت کے روز اس کا ظہور ہو گا اور اہلِ کشف کو یہاں ہی مشکوف ہو جاتی ہے، سفیان بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ یعنی نہیں کوئی جانور چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے مگر وہ سب جماعتیں ہیں مثل تمہارے، سفیان کہتے ہیں کہ بعض لوگ درندوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں بعض کتوں کے اور سوروں اور گدھوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں، بعض بناؤ سنگار کر کے طاؤس کے مشابہ بنتے ہیں۔ بعض پلید ہوتے ہیں مثل گدھے کے، بعض خور پر ور ہوتے ہیں مثل مرغی کے، بعض کینہ ور ہوتے ہیں مثل اونٹ کے بعض مشابہ مکھی کے ہوتے ہیں بعض مشابہ لومڑی کے فقط۔ امام ثعلبیؒ نے فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا کی تفسیر میں کہا ہے کہ قیامت میں لوگ مختلف صورتوں میں محشور ہوں گے، جس جانور کی عادتا طبیعت پر غالب ہو نگی قیامت میں اسی کی شکل بن جاوے گی۔

فصل ۷: بعض اعمال کی صورت مثالیہ کی تحقیق حضرت مولوی روم علیہ الرحمۃ کے قول سے۔

چوں سجورے یار کوعے مرد کشت — شد دراں عالم سجود اور بہشت
چوں کہ پرید از دہانت حمد حق — مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیحت نماند مرغ را — ہم چو نطفہ مرغ بادست وہوا
چوں زدستت رفت ایثار و زکوٰۃ — گشت ایں دست آن طرف نخل ونبات

آبِ صبرت آب جوئے خلد شد | جوئی شیر خلد مہر تست دود
ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں | مستی وشوق توجوئے خمر بیں
ایں سببہا آں اثرہارانماند | کس نداند چونش جائے آں نشاند
این سبت باچوں بہ فرمان تو بود | چار جو ہم مرترا فرماں نمود
ہر طرف خواہی روانش می کئی | آن صفت باچوں چنانش می کنی
چوں منی توکہ در فرمانِ تست | نسل تو درامر آیند چست
میدود درامر تو فرزند تو | کہ منم جزدت کہ کردیش گرو
آں صفت درامر تو بودایں جہاں | ہم درامر تست آں جوہارواں
آن درختاں مرترا فرمان برند | کاں درختاں ازصفاتت پابرند
چوں بامر تست اینجاایں صفات | پس درامر تست آنجاآں جزات
چوں زدست زخم بر مظلوم رست | آن درختے گشت ازاں زقوم زشت
چوں زخشم آتش تودردلہازدی | مایۂ نارِ جہنم آمدی
آتشت اینجاچومردم سوزبود | آنچہ ازدی زاد مردافروزبود
آتش توقصد مردم می کند | نار کزوے زاد برمردم زند
آن سخن ہائے چومارو کژدم ست | مارو کژدم گشت ومی گیرودودست

رجوع بہ مطلب: آیات واحادیث واقوال مذکورہ سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ آدمی جو کچھ عمل کرتا ہے اس کا وجود باقی رہتا ہے اور وہ ایک روز کھلنے والا قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗؕ۔وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۠۔ پس جنت دوزخ اپنے ہاتھوں آدمی لیتاہے اور یہ تحقیق مسئلۂ تقدیر کے مخالف نہیں ہے کیونکہ مسئلۂ تقدیر میں یہ بات نہیں بتلائی گئی کہ کوئی شے بلا سبب ہو جاتی ہے، ہر گز ایسا نہیں بلکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اس کے اسباب اول جمع ہوتے ہیں پھر وہ امر واقع ہو جاتا ہے، منجملہ اسباب قویہ دخول جنت ودوزخ کے اعمال حسنہ یاسیئہ ہیں، اسی لیے صحابہؓ نے جب اعمال کا فائدہ پوچھاتو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اِعْمَلُوْ فَکُلٌّ

مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ۔ یعنی عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کو وہی کام آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی۔وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۔فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۔وَ اَمَّا مَن بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی۔وَ کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۔فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی۔ خلاصہ یہ کہ جیسا یہاں کروے گے برزخ اور قیامت میں اسی سے پردہ اٹھ جاوے گا۔ قال اللہ تعالیٰ فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ۔ الاٰیۃ۔ یاالٰہی ہم لوگوں کو فہم صحیح عطا فرمایئے اور اس قدر تذکر نصیب کر دیجیئے کہ گناہ کے وقت اس کی جزا پیش نظر ہو جایا کرے پھر اس سے بچنے کی بھی توفیق عطا ہو۔ آمین

چوتھا باب

”اس بیان میں کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل وتاثیر ہے۔“

اس کی اجمالی تحقیق تو آغاز باب سوم سے اچھی طرح دریافت ہو چکی ہے۔ اس مقام پر صرف دو چار اعمال کی مثالی صورت دلائل سے لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے۔

فصل ۱: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر کی صورت مثالی درخت کی سی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے ملاقات کی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شبِ معراج میں، انھوں نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور خبر دیجئے کہ جنت ستھری مٹی والی شیریں پانی والی ہے اور اصل میں وہ صاف میدان ہے اور اسکے درخت سبحان اللہ والحمدللہ والا الٰہ اللہ واللہ اکبر ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے۔

فصل ۲: سورۂ بقرہ اور آل عمران کی صورت مثالی ٹکڑیوں بادل یا پرندوں کے ہے، نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سُنا میں نے رسول ﷺ سے، لایا جاویگا قرآن مجید کو قیامت کے دن اور قرآن

والوں کو جس اس پر عمل کرتے تھے، آگے آگے ہو گی اس کے سورۂ بقرہ اور آل عمران جیسے دو بدلیاں ہوں سیاہ سائبان ہوں، ان کے بیچ میں ایک چمک ہو گی، وبقول محققین یہ چمک بسم اللہ کی ہے یا جیسے قطار باندھنے والے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، حجّت کریں گی دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کی جانب سے، روایت کی اس کو مسلمؒ نے۔

فصل ۳: سورۂ قل ہو اللہ احمد کی صورت مثالی مثل قصر کے ہے، سعید المسیبؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص قل ہو اللہ احد دس مرتبہ پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار ہوتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کے لیے دو محل تیار ہوتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کیلئے تین محل تیار ہوتے ہیں جنت میں۔ حضرت عمرؓ بولے قسم خدا کی یا رسول ﷺ! تب تو ہم اپنے بہت سے محل بنوالیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ فراغت و گنجائش والے ہیں۔ روایت کیا اس کو دارمی علیہ الرحمتہ۔

فصل ۴: عمل جاری کی صورت مثالی چشمہ کے مثل ہے، ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خواب میں ایک چشمہ جاری دیکھا اور یہ خواب حضور ﷺ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے۔ جو جاری ہوتا ہے ان کے لیے، روایت کیا اس کو بخاریؒ نے۔

فصل ۵: دین کی شکل مثالی لباس کے ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول ﷺ نے، میں خواب میں تھا کہ لوگوں کو اپنے روبرو پیش ہوتے دیکھا کہ وہ کرتے پہنے ہیں، کسی کا کرتہ تو سینہ تک ہے کسی کا اس سے نیچے، حضرت عمرؓ جو پیش ہوئے وان کا کرُتہ اتنا بڑا ہے کہ زمین پر گھسیٹتے چلتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول ﷺ! پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپ نے فرمایا دین۔

فصل ۶: علم کی شکل مثالی مثل دودھ کے ہے، ابن[1] عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سُنا ہے کہ خواب میں میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پیا یہاں تک کہ اس کی سیرابی کا اثر اپنے

[1] کذا فی المشکوٰۃ ۱۲منہ۔

ناخنوں سے نکلتا پایا۔ پھر بچا ہوا حضرت عمرؓ کو دے دیا لوگوں نے عرض کیا پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپ نے فرمایا علم۔

فصل ۷: نماز کی شکل مثالی مثل نور کے ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا کہ جو شخص محافظت کریگا نماز پر وہ نماز اس کے لیے قیامت کے دن نورانی اور برہان اور نجات ہو گی۔

فصل ۸: صراطِ مستقیم کی شکل مثالی مثل پل صراط کے ہے، امام غزالیؒ نے رسالہ[1] حل مسائل غامضہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ پل صراط پر ایمان لانا برحق ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پل صراط باریکی میں بال کے مانند ہے یہ تو اس کے وصف میں ظلم ہے بلکہ وہ تو بال سے بھی باریک ہے، اس میں اور بال میں کچھ مناسبت ہی نہیں جیسا کہ باریکی میں خط ہندسی کو جو سایہ اور دھوپ کے مابین ہوتا ہے نہ سایہ میں اس کا شمار ہے نہ دھوپ میں، بال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، پل صراط کی باریکی بھی خطِ ہندسی کے مثل ہے جس کا کچھ عرض نہیں کیونکہ وہ صراطِ مستقیم کی مثال پر ہے جو باریکی میں خط ہندسی کی مثل ہے اور صراط مستقیم اخلاق متضادہ کی وسط حقیقی سے مراد ہے جیسا کہ فضول خرچی اور بخل کے درمیان وسط حقیقی سخاوت ہے۔ تہوّر یعنی افراط قوت غضبی اور جبن یعنی بزدلی کے درمیان میں شجاعت،، اسراف اور تنگی خرچ کے درمیان میں وسط حقیقی میانہ روی ہے۔ تکبر اور غایت درجہ کی ذلت کے درمیان میں تواضع، شہوت اور خمود کے درمیان میں عفت، کیونکہ ان صفتوں کی دو طرفیں ہیں ایک زیادتی دوسرے کمی، وہ دونوں مذموم ہیں افراط اور تفریط کے مابین وسط ہے وہ دونوں طرف کے نہایت دوری ہے اور وسط میانہ روی ہے نہ زیادتی کی طرف میں اور نہ نقصان کی طرف میں جیسا خطِ فاصل دھوپ اور سایہ کے مابین ہوتا ہے، نہ ساریہ میں ہے نہ دھوپ میں، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے قیامت میں صراطِ مستقیم کو جو خط ہندسی کی طرح ہے جس کا کچھ عرض نہیں، ممثل کریں گے تو ہر انسان سے اس صراط پر استقامت کا مطالبہ ہو گا۔ پس جس شخص نے دنیا میں صراطِ مستقیم پر استقامت کی اور افراط و تفریط یعنی زیادتی و کمی کی دونوں جانبوں میں سے کسی جانب میلان نہ کیا وہ اس پُل صراط پر برابر گذر جائے گا اور کسی طرف کو نہ جھکے گا

[1] نقل من ترجمۃ المساۃ حقیقۃ روح انسانی ۱۲منہ۔

کیونکہ اس شخص کی عادت دنیا میں میلان سے بچنے کی تھی، سو یہ اس کا وصف طبعی بن گیا اور عادت طبیعت کا خاصہ ہوتی ہے سو صراط پر برابر گذر جائیگا، اور ان دلائل سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ کارخانہ آخرت کا غیر منتظم نہیں ہے کہ جس کو چاہا پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا، یوں مالک حقیقی کو سب اختیار ہے مگر عادت اور وعدہ یونہی ہے کہ جیسا کروے گے ویسا پاؤ گے، اِسی لیے جابجا ارشاد فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ، اور ارشاد فرمایا ہے سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ۔ یعنی دوڑو طرف مغفرت پروردگار اپنے کے اور طرف جنت کے جس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے (یہ ہمارے سمجھانے کو فرمایا) سو اگر جنت میں داخل ہونا بالکل غیر اختیار ہے تو اس کی طرف دوڑنے کو کیسے حکم فرمایا ہے یعنی اس کے اسباب اختیار میں دیئے ہیں جن پر دخول جنت حسبِ وعدۂ آیہ مرتب ہوجاتا ہے اسی لیے بعد حکم مُسَابَقَتْ اِلَى الْجَنَّة کے ان اعمال واسباب کو ذکر فرمایا جو یقیناً انسان کے اختیار میں ہیں، چنانچہ ارشاد ہوا۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی یہ جنت ایسے پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور پی جانے والے ہیں غصہ کے اور معاف کرنیوالے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کر گذرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر، فوراً یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور سوا

اللہ تعالیٰ کے گناہ کو بخشتا ہی کون ہے اور وہ لوگ اڑتے نہیں اس کام پر جو کیا انھوں نے وہ جانتے ہیں، دیکھئیے اس آیت مین صاف فرمادیا کہ جنت ایسوں کے لیے ہے جن میں فلاں فلاں اوصاف ہیں اور یہ سب اوصاف اختیاری ہیں۔ اس کے بعد اور بھی صاف لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے سے ضرور جنت مل ہی جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا١ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ شئے محبوب کے اسباب بھی محبوب ہوتے ہیں۔ دیکھو پلّہ وار مزدور چونکہ جانتے ہیں کہ اسباب اٹھانے سے پیسہ ملے گا سو مسافروں کے اسباب لینے

اور لادنے کے لیے آپس میں کیسا جھگڑتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھ پر یہ اسباب لادا جاوے اور باوجود مشقت وتعب کے پھر بھی بوجھ لادنے میں ان کو ایک قسم کا لطف ولذت ملتی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جنت محبوب ہو، اللہ تعالیٰ کا لقاء محبوب ہو اور اس کے اسباب یعنی اعمال صالحہ مرغوب ومحبوب نہ ہوں اس لیے حدیث شریف میں وارد ہے لَمْ اَرَ مِثْلُ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا اَوْكَمَاقَالَ۔ یعنی میں نے جنت کے برابر کوئی چیز عجیب نہیں دیکھی جس کا طالب سو جاوے۔ جن کو دیدۂ بصیرت سے یہ مضمون کھل گیا ان کو بیشک ان اعمال شاقہ میں لطف اور راحت ملتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اَلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یعنی بیشک نماز ضرور گراں گذرتی ہے مگر ان لوگوں پر جو خشوع کرنے والے ہیں جن کا یہ یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں، سو نماز کے آسان ہونے کے لیے یہ یقین معین ٹھہرا کہ ہم کو اپنے رب سے ملنا ہے اور حدیث صحیح میں ارشاد ہے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ یعنی نماز میں مجھ کو آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت ملتی ہے۔

مشورۂ نیک

جب اعمال کی صورت مثالیہ معلوم ہو چکی تو اب تمام جزا وسزا تمھارے ہاتھوں ہے اگر چاہتے ہو کہ جنت کے بہت سے درخت ہمارے حصے میں آویں تو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خوب پڑھا کرو، اگر چاہتے ہو کہ قیامت کے دن ہم سایہ میں ہوں تو سورۂ البقرہ، آل عمران کی تلاوت کیا کرو کہ وہ سائبان کی شکل میں ہوں گی۔ اگر چاہتے ہو کہ ہم کو جنت کا چشمہ ملے خیرات جاری کیا کرو، اگر چاہتے ہو کہ خوب کپڑے ملیں تو تقویٰ ودین کو مضبوط پکڑو، اگر چاہتے ہو ک جنت میں دودھ کا چشمہ ملے یا حوض کوثر سے سیراب ہوں تو علم دین خوب حاصل کرو، اگر چاہتے ہو کہ پُل صراط پر پل جھپکتے گذر جاؤ تو شریعت پر خوب مستقیم رہو، اگر چاہو کہ پُل صراط پر ہمارے پاس نور رہے تو نماز کا خوب اہتمام کرو، اگر چاہو ہم کو جنت میں بہت سے محل ملیں تو خوب قل ھو اللہ پڑھا کرو۔ اسی طرح جو نعمت چاہو اس کے اسباب اختیار کرو، وہی اسباب ان نعمتوں کی شکل بن کر تم کو مل جاویں گے سُبْحَانَ الَّذِىْ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَلَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

خاتمہ

"بعض اعمال مخصوصہ کے بیان میں جو زیادہ مفید یا مضر ہیں اور بعض شبہاتِ عوام کے جواب میں۔" یوں تو جتنی طاعات ہیں سب ضروری ہیں اور جتنے سیئات ہیں سب مضر ہیں مگر بعض اعمال جو بمنزلہ اصول کے ہیں زیادہ اہتمام کے قابل ہیں، فعلاً یا ترکاً کہ ان کے اہتمام سے دوسرے اعمال کی اصلاح کی زیادہ امید ہے ان کو ہم دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل پہلی: ایسی طاعات کے بیان میں جن کی محافظت سے امید ہے کہ دوسری طاعات کا سلسلہ قائم ہو جائے ایک ان میں علمِ دین کا حاصل کرنا ہے خواہ کتب سے حاصل کیا جاوے یا صحبتِ علماء سے بلکہ تحصیلِ کتب کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے اور مراد ہماری علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت وحقیقت کے جامع ہوں، اتباعِ سنت کے عاشق ہوں، توسط پسند ہوں، افراط وتفریط سے بچتے ہوں، خلق پر شفیق ہوں، تعصب وعناد ان میں نہ ہو، گو اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے علماء بہت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے

جیسا ہمارے سردار اکرام ﷺ کا وعدہ ہے لَایَزَالُ طَآئِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ ذَلَّھُمْ۔ (مگر ہم چند بزرگوں کا نام تبرکاً) اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تاکہ غیر مذکورین کو مذکورین پر قیاس کر سکیں اور جن کی ایسی ہی شان ہو ان کی صحبت سے مستفید ہو سکیں۔

مکہ معظمہ میں حضرت سیدی مرشدی مولٰنا الحاج الشیخ محمد امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم۔

گنگوہ میں حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔

سہارنپور میں جناب مولٰنا ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

دیوبند میں جناب مولٰنا محمود حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحب مقیم مسجد چھتہ دیوبند۔

انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب دامت برکاتہم۔

ایسے بزرگوں کی صحبت وخدمت جس قدر میسر ہو جائے غنیمت کبرےٰ ونعمتِ عظمٰی ہے اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے اس کے برکات خود دیکھ لے گا، ایک ان میں سے نماز ہے جس طرح ہو سکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بدرجۂ مجبوری جس طرح ہاتھ آوے غنیمت ہے۔ اس سے دربارہِ الٰہی میں ایک تعلق اور ارتباط قائم رہے گا، اس کی برکت سے انشاء اللہ اس کی حالت درست رہے گی اَنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ الآیۃ، ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے، ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہے، ایک ان میں سے محاسبہ ومراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش نظر ہوں میرے سب اقوال وافعال واحوال پر ان کی نظر ہے۔ یہ مراقبہ ہوا اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہو جاتا ہوں، ایک ان میں سے توبہ واستغفار ہے۔ جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے توقف نہ کرے کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے فوراً تنہائی میں جا کر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آوے تو روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے۔ یہ پانچ چیزیں ہوئیں۔ علم وصحبتِ علماء، نماز پنجگانہ، قلّتِ کلام قلّتِ مخالطت، محاسبہ ومراقبہ، توبہ واستغفار انشاء اللہ تعالیٰ ان تمام امور پنجگانہ کی پابندی سے جو کہ کچھ مشکل بھی نہیں، تمام طاعات کا دروازہ کھل جائے گا۔

فصل دوسری: ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے۔ ایک ان میں سے غیبت ہے اس سے طرح طرح کے مفاسد دنیاوی واخروی پیدا ہوتے ہیں جیسا ظاہر ہے، اس میں آجکل بہت مبتلا ہیں اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلاضرورتِ شدیدہ نہ کسی کا تذکرے کرے نہ سُنے نہ اچھا نہ بُرا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہے، ایک ان میں سے ظلم ہے خواہ مالی یا جانی یا زبانی مثلاً کسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے آبروئی کی، ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا اوروں کو حقیر سمجھنا، ظلم وغیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوا تے ہیں اور بھی خرابیاں اس سے پیدا

ہوتی ہیں، حقد و حسد و غضب وغیرہ ذالک، ایک ان میں سے غصہ ہے، کبھی نہیں یاد کہ غصہ کرکے پچھتائے نہ ہوں کیونکہ حالتِ غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہوجاتی ہے۔ سو جو کام اس وقت ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا جو بات ناگفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی جو کام ناکردنی تھا وہ ہاتھ سے ہوگیا بعد غصہ اترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا، کبھی کبھی عمر بھر کے لیے صدمہ میں گرفتاری ہوجاتی ہے، ایک ان میں سے غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اس کو دیکھنا، یا اس سے دل خوش کرنے کے لیے ہمکلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ ان میں سے ایک طعام مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اسی سے تمام ظلمات و کدورت نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیونکہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء و عرق میں پھیلتی ہے پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہونگے۔ یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہوجاویگا بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہوجاویں گے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔ اب یہاں سے عوام کے بعض شبہات کا جواب دیا جاتا ہے جن سے وہ دھوکا میں پڑے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا میں ڈالتے ہیں، جب کبھی ان سے التزام طاعات و اجتنابِ معصیت کے لیے کہا جاتا ہے وہ ان ہی شبہات کو پیش کردیا کرتے ہیں۔ یہ شبہات دو قسم کے ہیں، ایک قسم وہ شبہات ہیں جن سے صریح کفر لازم آتا ہے مثلاً یہ شبہ کہ دنیا نقد ہے اور آخرت نسیہ، اور نقد بہتر ہوتا ہے نسیہ سے۔ یا یہ شبہ کہ دنیا کی لزت یقینی ہے اور آخرت کی لذت مشکوک، تو یقینی کو مشکوک کی امید میں کس طرح چھوڑ دیں جیسے کسی نے کہا ہے۔

اب تو آرام سے گذرتی ہے　　　عاقبت کی خبر خدا جانے

سو چونکہ ہمارے روئے سخن اس وقت اہلِ ایمان کی طرف ہے اس لیے ان شبہات کو مطروح النظر کرتے ہیں[1] دوسری قسم وہ شبہات جن کا باعث جہل و غفلت ہے۔ اس مقام پر ان کا جواب دینا مقصود ہے۔ ہم اس کو کئی فصلوں میں لکھتے ہیں۔ یتوفیق اللّٰہ تعالیٰ۔

فصل: ایک شبہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم ہیں، میرے گناہوں کی وہاں کیا حقیقت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک وہ غفور الرحیم ہیں مگر قہار و منتقم بھی تو ہیں سو تم کو کیسے معلوم ہوگیا کہ تمھارے لیے ضرور مغفرت ہوگی، ممکن ہے کہ انتقام و قہر ہونے لگے۔ علاوہ اس کے آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور الرحیم اس شخص کیلئے ہیں جو پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ اعمال کی اصلاح کرے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنِ عَمِلُوا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْآ اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِھَا لَغَفُوْرُ‘ رَّحِیْمُ۔ یعنی اس کے بعد تیرا پروردگار ان لوگوں کے لیے غفور رحیم ہے جنھوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر انھوں نے توبہ کرلی اس کے بعد اور اپنے اعمال درست کرلیے اور جو بلا توبہ مرجاوے تو بقدر گناہ تو مستحق عقوبت ہے اور فضل کا کوئی روکنے والا نہیں۔ مگر اس شخص کے پاس کیا دلیل ہے کہ میرے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔

فصل: ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں ابھی کیا جلدی ہے آگے چل کر توبہ کرلیں گے، اس شخص سے یہ کہنا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ ابھی تم اور زندہ رہوگے۔ ممکن ہے کہ شب کو سوتے کے سوتے رہ جاؤ، یا اگر زندگی بھی ہوئی تو توبہ کی شاید توفیق نہ ہو، یاد رکھو کہ گناہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ روز بروز توبہ کی توفیق کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اکثر بلا توبہ مرجاتا ہے۔

فصل: ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں گناہ تو کرلیں پھر توبہ کرکے معاف کرالیں گے اس شخص سے یہ کہنا چاہیے کہ ذرا اپنی انگلی آگ کے اندر ڈال دو پھر اس پر ہم مرہم لگادیں گے۔ یہ ہرگز گوارا نہ ہوگا، پھر افسوس

[1] علاوہ اس کے ان شبہات کا لغو ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے۔ وجود آخرت تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوچکا، اگر خود ان دلائل کے ثبوت میں کلام ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ براہینِ عقلیہ اس کے اثبات کے لیے ہر وقت موجود ہیں، بعد ثبوت آخرت کے نقد کو نسیہ پر مطلقاً ترجیح دینا بالکل مغالطہ ہے۔ یہ قاعدہ اس وقت ہے کہ نسیہ اور نقد کماً و کیفاً برابر ہوں ورنہ تمام معاملات دنیا میں نسیہ کو نقد پر ترجیح دیا کرتے ہیں، پیسہ کی چیز اگر دو پیسہ میں ادھار بکنے لگے اور خریدار پر ذرا بھی اطمینان ہو خوشی خوشی سے دے ڈالتے ہیں، یہاں وہ قاعدہ کہاں گیا ۱۲ منہ۔

ہے کہ معصیت پر کیسے جرأت ہوتی ہے، اس شخص کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ توبہ کی توفیق ضرور ہی ہو جاوے گی۔ یا اگر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہے کہ توبہ قبول ہ کر لیں، پھر یہ کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان سے توبہ کر لینا اللہ تعالیٰ کے روبرو کافی نہیں بلکہ صاحبِ حق سے معاف کرانے کی ضرورت ہے۔

فصل: ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے اور یہ شبہ بہت ارزاں ہے کہ ہر کس وناکس اس سے متنفع ہوتا ہے، صاحبو! ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ جس وقت گناہ کرتے ہیں خواہ اسی قصد سے کرتے ہو کہ چونکہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے لاؤ تقدیر کی موافقت کر لیں، ہرگز نہیں، اس وقت اس مسئلہ کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ جب گناہ سے فراغت ہو جاتی ہے، فرصت میں تاویل سوجھتی ہے اگر انصاف کر کے دیکھو خود اس تاویل کی بے قدری دل میں سمجھتے ہو گے، دوسرے بات یہ ہے کہ اگر تقدیر پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیاوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں نہیں اعتماد ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص تم کو جانی یا مالی ضرر پہنچاوے تو اس پر ہرگز عتاب مت کیا کرو، سمجھ لیا کرو کہ ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ شرارت کریں گے نقصان کریں گے وہاں مسئلہ تقدیر کے منکر بن جاتے ہو، یہاں سب سے بڑھ کر تقدیر پر تمھارا ہی ایمان ہوتا ہے۔

فصل: ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جاویں گے اور اگر دوزخ لکھی ہے دوزخ میں جاویں گے۔ محنت و مشقت سب بیکار ہے، ان لوگوں سے کہنا چاہیے کہ اگر یہ بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں و کوشش کرتے ہو، کھانے کے لیے اس قدر اہتمام کرتے ہو، بوتے ہو، جوتتے ہو پیستے ہو، چھانتے ہو، گوندتے ہو پکاتے ہو، لقمہ بنا کر منہ میں لے جاتے ہو، چباتے ہو نگلتے ہو، کچھ بھی نہ کیا کرو،، اگر قسمت میں ہے آپ ہی بن بنا کر پیٹ میں اتر جاویگا، نوکری کیوں کرتے ہو، کھیتی کیوں کرتے ہو یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو؟

رزق ہر چند بے گماں برسد　　لیک شرط است جُستن از درہا

اگر اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کیوں کرتے ہو، پس جس طرح باوجود ثبوتِ تقدیر کے ان مسبّبات کے لیے اسبابِ خاصہ جمع کرتے ہو اسی طرح نعمائے آخرت کے لیے وہی اسباب و اعمال صالحہ جمع کرنا ضروری ہے۔

فصل: ایک دھوکا یہ ہو جاتا ہے کہ حدیث میں ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔ سو ہم کو اپنے رب کے ساتھ حسن ظن ہے ضرور ہمارے ساتھ حسن معاملہ ہو گا۔ سو خوب یاد رکھنا چاہیے رجا و حسن ظن کے معنی یہ ہیں، کہ اسباب کو اختیار کر کے مسبب کے مرتب ہونے کا اللہ تعالی کے فضل سے منتظر رہے، اپنی تدبیر پر وثوق نہ کر بیٹھے اور جو اسباب ہی کو اڑا دیا تو یہ حسن ِ ظن نہیں ہے بلکہ غرور اور دھوکا ہے، اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ تخم پاشی کر کے انتظار ہو کہ اب غلّہ خدا کے فضل سے پیدا ہو گا۔ یہ توامید ہے اگر تخم پاشی ہی نہ کرے اور اس ہوس پر بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہو گا تو یہ نرا جنون ہے اور دھوکا ہے جس کا انجام افسوس و حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فصل: ایک دھوکا یہ ہو جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی اولاد یا فلاں بزرگ کے مرید ہیں یا فلاں بزرگ زندہ یا مردہ سے محبت رکھتے ہیں پس خواہ ہم کچھ ہی کریں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و مغفور ہیں، صاحبو! اگر یہ نسبتیں صرف کافی ہوتیں تو ضرور سرور عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کو ہرگز نہ فرماتے یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَآ اَغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ یعنی اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی جان کو جہنم سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ کفایت نہیں کر سکتا، یعنی جبکہ اپنے پاس سرمایہ ایمان و اعمالِ صالحہ کا نہ ہو صرف نسبت کافی نہیں ہے اور ایمان و تقویٰ کے ساتھ اگر نسبت شریفہ بھی ہو تو سبحان اللہ

نور علی نور ہے اور قیامت کے دن فائدہ بخش بھی ہو گی، کما قال اللہ تعالیٰ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَ مَا اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ہم ملحق کر دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور نہیں کم کریں گے ان کے عمل سے کچھ، یعنی آباء کی مقبولیت کی برکت سے اولاد کو بھی اسی درجہ میں پہنچا دیں گے اور آباؤ اجداد کے عمل میں کمی نہ ہو گی۔

فصل: بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طاعت و اعمال کی پرواہ ہی کیا ہے؟ صاحبو؛ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل کی پرواہ نہیں ہے نہ ان کا کوئی فائدہ، مگر کیا آپ کو بھی ان منافع کی پرواہ نہیں جو اعمالِ صالحہ پر مرتب ہوتے ہیں اور کیا نیک عمل میں آپ کا بھی فائدہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عمل تو آپ کے لیے

مقرر ہوا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نفع کے لیے۔ سو اللہ تعالیٰ اگرچہ مستغنی ہیں مگر آپ تو مستغنی نہیں، اس کی تو بعینہٖ ایسی مثال ہے جیسے کوئی مشفق طبیب کسی مریض پر رحم کرکے کوئی دوا بتلادے اور وہ مریض اپنی جان کا دشمن یہ کہہ کر ٹال دے کہ صاحب دوا پینے سے حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوگا، بھلے مانس! حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوتا تیرا فائدہ ہے کہ مرض سے صحت ہوگی۔

فصل: ایک شبہ بعض خشک علماء کا یہ ہوتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو وعظ وپند کرتے ہیں، ان کے اعمال کا ثواب بھی ہم کو ملتا ہے وہ اس کثرت سے ہے کہ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا، یا یہ کہ ہم کو ایسے اعمال معلوم ہیں کہ جن کے کرنے سے سینکڑوں برس کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں مثلاً سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ روزانہ کہہ لینا، یا عرفہ یا عاشورہ کا روزہ رکھ لینا یا مکہ والوں کے لیے ایک طواف کرلینا صاحبو! موٹی بات ہے کہ اگر یہ اعمال کافی ہوں تو تمام اوامر ونواہی کا لغو ہونا لازم آتا ہے ادھر احادیث میں صاف صاف قید موجود ہے اِذَا اجْتَنَبَ الْکَبَآئِرَ۔ یعنی یہ اعمال اس وقت سیئات کا کفارہ بن جاتے ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جاوے۔ رہا یہ کہ ہم لوگوں کو وعظ وپند کرتے ہیں، صاحبو! ایسے شخص پر تو زیادہ وبال آنے والا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں واعظ بدعمل کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں، مشہور ومعروف ہیں۔

فصل: ایک شبہ بعض جاہل فقیروں کو یہ ہوجاتا ہے کہ ہم ریاضت ومجاہدہ کی بدولت مقام فنا تک پہنچ گئے ہیں، اب ہم کچھ رہے ہی نہیں، جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے اور ایسی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں کہ اچھا خاصا کفر والحاد ہوجاتا ہے۔ کہیں کہتے ہیں کہ دریا میں قطرہ مل گیا، کہیں کہتے ہیں سمندر کو پیشاب کا قطرہ ناپاک نہیں کرسکتا۔ کہتے ہیں ہم تو خود خدا ہیں عبادت کس کی اور معصیت کس کی، کبھی کہتے ہیں اصل مقصود یاد ہے، ظاہری نماز روزہ نرا ڈھکوسلہ ہے جو بہ مصلحت انتظام مقرر ہوا ہے، تمام تر باعث ان خرافات کا جہالت ہے۔

ان لوگوں کو حقائق مقامات کا علم تک نہیں اور سلوک ووصول تو کیا خاک میسر ہوا ہوگا، یہ ثمرہ غلو فی التوحید کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں اس کی مفصل تحقیق لکھی جائے گی، اس مقام پر اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہیے کہ رسول ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی واصل ہوا نہ موحد، اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی

نے آج تک تعلیم پائی، پس رسول ﷺ وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خوف وخشیت وتوبہ واستغفار واجتہاد فی العمل اور اہتمام مخالفت نفس، وسزائے اعمال بد کو دیکھ لینا ان شبہات کے دفع ہوجانے کے لیے کافی ووافی ہے۔